عالم اسلام کے عملی مسائل

مسئلہ کشمیر

ریاست جموں وکشمیر دنیا کے خوبصورت ترین علاقوں میں شمار کی جاتی ہے۔ پنجاب کے میدانوں سے لے کر ہندوکش اور قراقرم کے برف پوش پہاڑوں تک پھیلی ہوئی ریاست جموں وکشمیر کے رقبہ 84 ہزار مربع میل اور آبادی ایک کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ یہ آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر کے علاوہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے تمام کشمیریوں کی تعداد ہے۔ 1947ء سے کشمیر دو حصوں میں تقسیم ہے۔ ایک وہ حصہ جس پر بھارت کا قبضہ ہے "مقبوضہ کشمیر" کہلاتا ہے اور اسی حصہ میں سری نگر اور جموں کے علاقے ہیں، دوسرا حصہ آزاد کشمیر ہے جو 1948ء میں مجاہدین کشمیر نے ہندوستانی فوجوں سے آزاد کرایا اور اس پر اپنی حکومت قائم کی مقبوضہ کشمیر کا دارالحکومت سری نگر ہے اور اس کا رقبہ 58 ہزار مربع میل ہے، آزاد کشمیر کا رقبہ 25 ہزار مربع میل ہے اور اس کا دارالحکومت مظفر آباد ہے۔ یہ متنازعہ ریاست بھارت کے شمال مغرب اور پاکستان کے شمال مشرق میں واقع ہے، کشمیر کے جنوب اور مغرب کی طرف پاکستان شمال کی طرف چین اور افغانستان اور مشرق کی طرف تبت کا علاقہ ہے۔

تقسیم ہند کے وقت معاہدہ کے تحت اس ریاست کا الحاق مسلمانوں کی نئی مملکت پاکستان سے ہونا تھا لیکن ہندوؤں نے وہاں کے راجہ سے ملی بھگت کر کے کشمیر کے علاقہ میں قبضہ کر لیا۔ مجاہدین کشمیر نے ہندوستان کے اس غاصبانہ قبضہ کے خلاف جہاد کیا اور ایک حصے کو آزاد کرا لیا کشمیر حسن وخوبصورتی کے لحاظ سے دنیا بھر میں مشہور ہے، اس میں بلند وبالا پہاڑوں کے کئی سلسلے ہیں، جن میں کوہِ ہمالیہ اور کوہِ قراقرم قابل ذکر ہیں۔ دریائے جہلم، سری نگر سے ہوتا ہوا پاکستان کے علاقے میں داخل ہوتا ہے۔ دریائے سندھ بھی کشمیر کے راستے پاکستان میں داخل ہوتا ہے۔

کشمیر کے بلند وبالا پہاڑ "قراقرم" میں پاکستان نے چین کی مدد سے ایک تجارتی شاہراہِ قراقرم کی تکمیل کی ہے، موسمی لحاظ سے ریاست جموں کشمیر کی آب وہوا تغیر پذیر ہے۔ بعض حصوں میں سخت سردی پڑتی ہے اور بعض میں سخت گرمی۔ مجموعی طور پر یہ علاقہ زرخیز ہے، یہاں گندم کی اور چاول کی کاشت ہوتی ہے۔ یہ علاقہ اپنی دستکاریوں کے لیے خاص طور پر مشہور ہے۔ یہاں کے شالیں اور کپڑا بہت مشہور ہے۔

کشمیر کا تاریخی منظر

کشمیری ریاست میں 245 سال قبل مسیح ہندو اور بدھ مت تہذیب نے جنم لیا۔ اس لحاظ سے یہ علاقہ قدیم

ترین تہذیب وثقافت کا حاصل سمجھا جاتا ہے۔ کشمیر میں اسلام کی سب سے مؤثر اور منظم تبلیغ چودھویں صدی عیسوی
کے آغاز میں شروع ہوئی، سب سے کامیاب مبلغ حضرت بلال شاہ یا بلبل شاہ تھے۔ ان کا اصلی نام شرف الدین تھا۔
بلبل شاہ 1324ء میں رنجن شاہ حاکم کشمیر کے عہد میں کشمیر آئے۔ رنجن شاہ بدھ مت کا پیروکار تھا، اُس نے بلبل شاہ
کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔ رنجن شاہ کے قبول اسلام کے ساتھ ہی اُس کے اہل خانہ اور امراء اور وزراء بھی اسلام
کے دائرے میں داخل ہو گئے۔ تھوڑے ہی عرصے میں جن لوگوں نے بلبل شاہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا، ان کی
تعداد دس ہزار ہوگئی، حضرت بلبل شاہ کی وفات 1326ء میں ہوئی۔

آپ کی وفات کے بعد رنجن شاہ نے صدر الدین کا لقب اختیار کیا اور اسلامی طریقوں کے مطابق حکومت
کرنے لگا، سلطان صدر الدین کی وفات کے بعد کے سلطان شمس الدین نے 1343ء میں تاج وتخت سنبھالا۔
چودھویں صدی عیسوی کے آخر میں ایران سے سیّد علی ہمدانی سات سو سیّدوں کے ہمراہ کشمیر میں تبلیغ اسلام کی غرض
سے تشریف لائے۔ آپ نے ریاست کے چپے چپے کا دورہ کیا اور ریاست کے مختلف مقامات پر تبلیغ کے ساتھ ساتھ
مدرسے شفا خانے اور کارخانے بھی قائم کیے۔ ان کی کوششوں سے 37 ہزار کشمیری دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔
سلطان شمس الدین کا خاندان اڑھائی سو سال تک کشمیر میں برسر اقتدار رہا ہے۔

1423ء میں سلطان سکندر الدین کی وفات کے بعد سلطان زین العابدین تخت نشین ہوا، جسے "کشمیر کا
اکبر" کہا جاتا ہے۔ وہ غیر مسلموں کے معاملے میں بہت روادار اور فراخ دل تھے۔ اس نے ہندوؤں کی دل جوئی کے
لیے گئوکشی کی ممانعت کردی، جزیہ وصول کرنا ترک کردیا اور سلطان سکندر کے نافذ کردہ اسلامی قوانین میں سے اکثر کو
منسوخ کردیا۔ اس کے باوجود اسلام کی تبلیغ کا کام جاری رہا اور سلطان زین العابدین کے اُن اقدامات کا زیادہ اثر
نہ پڑسکا، راجپوتوں کے دو بڑے قبیلے جو بارہ مولا اور کوہالہ کے درمیان دریائے جہلم کے کنارے پر آباد ہیں، اس
کے عہد حکومت میں دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے، سلطان زین العابدین کی وفات کے بعد کشمیر ایک بار پھر طوائف
الملوکی انتشار اور بدنظمی کی آماج گاہ بن گیا۔

1554ء میں کچھ حکمران برسر اقتدار آئے اور ان کی حکومت 1586ء تک قائم رہی۔ 1586ء میں اکبر
نے کشمیر کو فتح کر کے اسے سلطنت مغلیہ میں شامل کرلیا۔ 1753ء تک کشمیر مغل بادشاہوں کے ماتحت رہا۔ یہ دورِ کشمیر
کی تاریخ میں امن وخوشحالی کے لحاظ سے بہترین دور تھا۔ مغلوں نے کشمیر میں کئی خوبصورت باغ تعمیر کروائے۔ نشاط،
شالیمار، چشمۂ شاہی، نسیم باغ اور جھیل ڈل اُسی دور کی یادگار ہیں۔ برّاعظم میں مغلیہ حکومت کے کمزور پڑ جانے کے
بعد کشمیر میں بھی اُن کا اقتدار زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا۔ 1750ء میں احمد شاہ ابدالی نے کشمیر فتح کیا اور 1819ء تک
کشمیر پر افغانوں کی حکومت رہی۔ 1819ء میں رنجیت سنگھ نے برّعظیم کے شمال مغربی علاقوں کو فتح کر کے ایک وسیع
سکھ ریاست کے قیام کے منصوبے کے تحت کشمیر پر قبضہ کیا۔

سکھوں نے 1819ء تا 1846ء یعنی 27 سال حکومت کی۔ یہ دور کشمیر کی تاریخ میں ظلم وتشدد کا بدترین دور
تھا۔ سکھوں کے دورِ حکومت میں کشمیر پر دس گورنر راج کرتے رہے۔ جنہوں نے کشمیر پر ہر طرح کا ظلم روا رکھا۔

1846ء میں ریاست جموں وکشمیر معاہدہ امرتسر کے تحت وجود میں آئی۔ معاہدہ امرتسر کے تحت برطانوی
لارڈ لارنس نے ہندو مہاراجہ گلاب سنگھ کے ہاتھ کشمیر کو 75 لاکھ روپیہ میں فروخت کردیا۔ اسی معاہدہ کے تحت گلاب
سنگھ ریاست جموں وکشمیر کا آزاد حکمران تصور کیا جاتا تھا۔ گلاب سنگھ کی وفات کے بعد مہاراجہ پرتاب سنگھ اور پھر ہری
سنگھ حکمران بنا۔ تقسیم کے وقت یہ آخری ڈوگرہ حکمران تھا۔ کشمیر میں 75 فیصد آبادی مسلمانوں کی تھی۔ جو مہاراجہ ہری

سنگھ کے ظلم وستم کا شکار رہی۔ 1930ء میں ہی کشمیری عوام نے سکھ راجہ کے ظلم کے خلاف تحریک کا آغاز کر دیا تھا۔ 1930ء میں آل جموں اینڈ کشمیر مسلم کانفرنس کا قیام عمل میں لایا گیا اور یہ تحریک 1947ء تک چلتی رہی۔ 1947ء کے عام انتخاب میں کشمیر اسمبلی کی 21 میں سے 15 نشستیں مسلم کانفرنس نے جیت لیں اور یہ ثابت کر دیا کہ مسلم کانفرنس کشمیری مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔

ریاست جموں وکشمیر 1846ء میں معاہدہ امرتسر کی رو سے معرض وجود میں آئی، انگریزوں نے اسے ایک ہندو سردار گلاب سنگھ کے ہاتھوں 75 لاکھ روپے کے عوض فروخت کر دیا تھا۔ معاہدہ کے مطابق گلاب سنگھ ریاست جموں وکشمیر کا آزاد حکمران خیال کیا جاتا تھا۔ گلاب سنگھ کی وفات کے بعد مہاراجہ پرتاب سنگھ اس کا جانشین تھا اور بعد ازاں تقسیم برصغیر ہندوپاک کے وقت گلاب سنگھ کا بیٹا سر ہری سنگھ ریاست کا حکمران تھا۔ ان مہاراجوں کی حکومت میں ریاست کے لوگ بری حالت میں زندگی گزار رہے تھے۔ ڈوگرا یا ہندوؤں میں سے عوام پر افسر مقرر کیے جاتے۔ مسلمان بہت غم زدہ تھے اور انہیں معاشرے میں کوئی مقام حاصل نہیں تھا، بلکہ ہندوؤں اور ڈوگروں کے ظلم و ستم کا نشانہ ہی بنے رہتے۔ ان مہاراجوں کے عہد حکومت میں ریاست میں مکمل طور پر لاقانونیت تھی۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں یہ عین ممکن تھا کہ کشمیری عوام ان غیر منصف حکمرانوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں۔

اس سلسلہ میں پہلا احتجاج 1930ء میں جبکہ آل جموں مسلم کانفرنس کی بنیاد رکھی گئی اور سیاسی بنیادی حقوق کا پرزور مطالبہ پیش کیا گیا۔ اس موقع پر مہاراجہ نے مسلمانوں کی اس تحریک کشمیر میں نظام نقل وحمل کی مشکلات کی وجہ سے دریا بہترین خدمات انجام دے سکتے ہیں، جن کا تعلق صرف پاکستان سے ہے۔ اس انگریز کا نام لارڈ لارنس تھا جس نے ریاست کو بیچتے وقت یہ تبصرہ کیا تھا۔ اس نے مسلمانوں کو دبانے کی پوری کوشش کی اور اس سلسلہ میں مسلمانوں کو کچلنے کے لیے مسلح طاقت کا بھی استعمال کیا گیا۔ مسلمانوں پر گولیاں چلائی گئیں اور انہیں جیلوں میں بھیج دیا گیا، پنجاب اور سرحدی صوبہ سے کچھ مسلمان ان کی امداد کو گئے، جن میں سے یا تو گرفتار کر لیے گئے یا انہیں گولی ماردی گئی۔ گویا مسلمانوں نے پہلا عملی مظاہرہ 1930ء میں کیا۔ اس احتجاجی مظاہرے کے نتیجہ کے طور پر کشمیریوں کے چند حقوق بحال کر دیئے گئے یا انہیں گولی ماردی گئی۔ گویا مسلمانوں نے پہلا عملی مظاہرہ 1930ء میں کیا۔ اس احتجاجی مظاہرے کے نتیجہ کے طور پر کشمیریوں کے چند حقوق بحال کر دیئے گئے اور ایک قانون ساز اسمبلی کا قیام ہوا، جس کے اراکین جماعتی طور پر نامزد کیے گئے۔ سب سے پہلی قانون ساز اسمبلی کے انتخابات جو 1933-34ء میں ہوئے۔ مسلمان کانفرنس نے 21 نشستوں میں سے 16 نشستیں حاصل کیں۔

اس طرح 1938ء کے انتخابات میں مسلم کانفرنس نے 21 نشستوں میں سے 20 نشستیں حاصل کیں، جس سے ڈوگرا مہاراجہ پر مسلمانوں کی سیاسی طاقت عیاں ہوگئی، ادھر مسلم کانفرنس نے سوچا کہ کانفرنس کا حلقہ اثر غیر مسلموں کے لیے بھی وسیع کیا جائے۔ یہ فیصلہ 1939ء میں کیا گیا اور اس تنظیم کو نیشنل کانفرنس کا نام دیا گیا۔ بہت تھوڑے مسلمانوں میں اس تبدیلی پر نکتہ چینی کی، کیونکہ وہ ہندوؤں کی بے وفائی سے واقف تھے، مگر مسلمانوں کی اکثریت یہ یقین رکھتی تھی کہ ہندو آزادی کی جدوجہد میں مسلمانوں کے شانہ بشانہ چلیں گے۔ بہت دیر بعد مسلمانوں کو احساس ہوا کہ مسلمان دھوکے میں رہے ہیں جبکہ ریاست جموں وکشمیر کے ہندو یہ کبھی بھی پسند نہیں کرتے تھے کہ ریاست میں مہاراجہ حکومت کی وجہ سے حکومت ختم ہو اور جمہوری حکومت قائم ہو (جبکہ ہندو اقلیت میں ہوتے ہوئے اکثریت پر مہاراجہ حکومت کی وجہ سے حکومت کر رہے تھے) لہٰذا تمام غیر مسلم جو کانفرنس میں شریک ہوئے تھے، انہوں نے مسلم ممبران پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔ اور ان ہی غیر مسلم ممبران کے دباؤ کی وجہ سے نیشنل کانفرنس حکومت